۲

(فرمودہ ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۱۴ء بمقام میدان دار العلوم قادیان)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

آج کا دن قربانی کا دن کہلاتا ہے؎۔ مسلمانوں میں بہت قربانیاں کی جاتی ہیں لاکھوں لاکھ بکرے اور ہزاروں ہزار اونٹ اور گائیں خدا کے نام پر ذبح کی جاتی ہیں۔

قربانی کیا ہے اور اس کے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس سوال کا جواب قربانی کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اور اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ دنیا میں بہت سی قربانیاں ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہوتی ہیں۔ بعض اپنے بتوں کے لئے بعض اپنے دیوی دیوتاؤں کے لئے اور بعض اپنے نبیوں کے لئے قربانیاں کرتے حتّٰی کہ بیٹوں کو بھی ذبح کر دیتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کو بتایا کہ بتوں، دیوی دیوتاؤں اور نبیوں کے لئے قربانی کرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر تم اپنے بیٹوں کی قربانی کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اس طرح کرنی چاہیئے۔ دیکھو ایک بیٹے کی قربانی ہم نے ابراہیمؑ سے کروائی۔ رؤیا میں قربانی کا نظارہ اس کو دکھایا کہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ اس رنگ میں ہم نے اس کو بتایا کہ بیٹے کی قربانی یہ ہوتی ہے کہ اس کو ایسی تعلیم دی جائے کہ دین کے لئے وہ اپنے آپ کو قربان کر سکے۔ اور ساری زندگی دین کے لئے وقف کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ کے حکم کے ماتحت چھوڑ آئے جہاں نہ پانی تھا نہ کھانا۔ نہ کوئی ساتھی تھا اور نہ مددگار۔ اور یہی اُن کے بیٹے کی قربانی تھی جو انہوں نے کر دی ہے۔ اور یہ بہت بڑی قربانی تھی۔ اپنے ہاتھ سے بیٹے کو ذبح کر دینا آسان ہے لیکن ایک ویران و سنسان جنگل میں بغیر کسی معین و مددگار اور بغیر کسی دانہ پانی کے چھوڑ آنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ذبح کرنے والا سمجھتا ہے کہ ایک دم میں جان نکل جائے گی اور پھر کوئی تکلیف نہ رہے گی مگر جنگل میں اس طرح چھوڑ آنے کا بظاہر یہ مطلب ہے کہ تڑپ تڑپ کر کسی وقت جان نکلے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے لیکن خدا تعالیٰ کا اسی طرح حکم تھا اور اس نے بتا دیا تھا کہ جو میرے حکم کے ماتحت

؎ الفضل کی رپورٹ کے مطابق نماز عید مسجد نور میں ادا کی گئی۔ (مرتب)

اپنی اولاد کی قربانی کرتے ہیں ان کی اولاد دنیا میں کبھی ضائع نہیں ہو سکتی۔

پس آج تم دیکھ لو کہ ملکوں کے ملک آباد ہیں۔ اور ہزار ہا ایسی قومیں ہیں جو اپنے آپ کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد بتاتی ہیں۔ تو خدا تعالےٰ نے اولاد کو اپنی راہ میں قربان کرنے کا طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا۔ اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ لوگ بے وقوف اور کم عقل ہیں، جو چھری سے اپنے بیٹوں کو ذبح کر کے خدا کی راہ میں قربانی دیتے ہیں۔ یہ ان کی قربانی کسی کام کی نہیں ہوتی اور نہ اس کا کوئی نتیجہ ان کے لئے مرتب ہوتا ہے۔ اصل قربانی اپنی اولاد کو خدا کی راہ میں وقف کر دینا ہوتی ہے۔ اور یہ ایک بیج کی طرح ہوتی ہے جس سے آگے لاکھوں دانے پیدا ہوتے ہیں۔ اور کبھی ایسی قربانی ضائع نہیں ہوتی۔ آج مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہزار ہا قربانیاں ہو رہی ہیں اور وہی یادگار قائم کی جا رہی ہے۔[۵]

تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال کو دیکھو وہ کس طرح اس جنگل میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اور خدا نے جنگل سے ہی اس کے لئے پانی اور دانہ مہیا کر دیا۔ یہ بڑا دردناک واقعہ ہے۔ حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ کو بمعہ ان کے بچے کے اس جنگل میں چھوڑ چلے تو حضرت ہاجرہ نے پوچھا کہ آپ ہمیں یہاں کس کے بھروسہ پر چھوڑ چلے ہیں جہاں نہ پانی ہے نہ کھانا، نہ کوئی ساتھی ہے اور نہ مددگار۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں تم کو خدا* پر چھوڑ چلا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ بس جاؤ۔ اب ہمیں کسی کی پرواہ نہیں۔ ہمارے لئے ہمارا خدا کافی ہے۔ جب وہ مشکیزہ پانی کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے لئے چھوڑ گئے تھے ختم ہو گیا اور اسماعیل پیاس کی وجہ سے رونے لگا۔ اور وہاں ارد گرد پانی چھوڑ کہیں سبزہ بھی نہ تھا تو اس وقت حضرت ہاجرہ گھبرائیں اور بچے کو بلبلاتا ہوا ان سے نہ دیکھا گیا تو ادھر اُدھر پانی کی تلاش میں دوڑنے لگیں۔ لیکن وہاں پانی کہاں مل سکتا تھا۔ خالی ہاتھ واپس بچے کے پاس آئیں۔ مگر بچہ کی شکل دیکھ کر پھر گھبرا گئیں۔ اور بچے کے اضطراب اور بلبلاہٹ کو نہ دیکھ سکیں پھر دوڑنے لگیں۔ آخر کار ایک فرشتہ کے ذریعہ انہیں معلوم ہوا کہ ایک چشمہ پھوٹا ہے۔ وہ اس جگہ آئیں اور اس چشمہ کو پایا۔ جس کو آب زمزم کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ہاجرہ اس چشمہ کو روک نہ دیتیں تو یہ دُور دُور تک پھیل جاتا۔[۶] تو یہ ایک قربانی تھی آج بھی قربانیاں کی جائیں گی۔ لیکن ان قربانیوں کے کرنے والوں کو خیال کرنا چاہیئے کہ یہ قربانیاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی سے کیا نسبت رکھتی ہیں ان کی تو یہ قربانی تھی کہ خدا تعالیٰ نے

---

*۔ غالباً یہاں کچھ الفاظ رہ گئے ہیں حضور رضی اللہ عنہ کے کہنے کا منشاء یہ ہے کہ میں تمہیں خدا کے سہارے چھوڑ چلا ہوں (مرتب)

حکم دیا کہ اپنے بچے اور اس کی ماں کو جنگل میں چھوڑ آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں پوچھتے۔ کہ ان کے کھانے، ان کے پینے کا وہاں کیا بندوبست ہوگا۔ جنگل کے درندے تو انہیں نہیں کھا جائینگے یہ کہاں رہیں گے اور کون ان کا خبر گیراں ہوگا۔ وہ بلا کسی سوال اور عذر معذرت کے جھٹ اُن کو جنگل میں چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں تو یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اور ایسی ہی قربانی اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان سے چاہتا ہے۔

یہ ایک مسلّمہ بات ہے کہ جس چیز سے محبت ہوتی ہے اس کے لئے انسان سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوجاتا ہے۔ اسی وقت ہی دیکھ لو۔ دنیا میں ایک قربانی ہو رہی ہے کوئی اپنے وطن کے لئے، کوئی اپنی تجارت کے لئے، کوئی اپنی عزت کے لئے، کوئی اپنی آبرو کے لئے، اور کوئی اپنے احسان کا بدلہ اُتارنے کے لئے جانیں قربان کر رہے ہیں اور آج دنیا میں ایک نہایت خطرناک جنگ ہو رہی ہے[1]۔ اور بکروں اور دُنبوں کی طرح انسان قتل ہو رہے ہیں اور خون کی ندیاں پانی کی طرح بہہ رہی ہیں۔ ایک دن میں لاکھ لاکھ اور دو دو لاکھ انسان ہلاک ہو رہے ہیں۔ لیکن مرنے والوں کی جگہ دوسرے بڑی خوشی سے لیتے اور لڑتے ہیں۔ ایک مُردہ ہو کر گرتا ہے تو دوسرا خوشی سے اس کی جگہ کھڑا ہوجاتا ہے۔ اور ایسے خاندان بھی ہیں جن کے اگر آٹھ جوان تھے تو آٹھوں، اگر چار تھے تو چاروں جنگ میں شریک ہیں یعنی ساری کی ساری اولاد لڑ رہی ہے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ یہ کیوں اس طرح کر رہے ہیں۔ یہ اپنی آبرو۔ اپنے وطن اپنی تجارت اپنی عزت اور اپنے اموال کے لئے جانیں قربان کر رہے ہیں۔ اور کچھ لوگ احسان کی خاطر جو کہ اُن پر کیا گیا اپنی جانیں دے رہے ہیں۔ ایک کہتے ہیں کہ ہم جرمن ہیں ہم کسی سے نہیں ہار سکتے۔ ایک کہتے ہیں ہم فرانسیسی ہیں۔ ہم فرانس کی خاطر اپنی ہستی مٹادیں گے اور جیتے جی اس پر کسی کو قابض نہ ہونے دیں گے۔ ایک کہتے ہیں ہم برطانوی ہیں۔ ہم کبھی کسی کے ماتحت نہیں رہے اور نہ رہ سکتے ہیں۔ ایک بلجیم کے رہنے والے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم معاہدہ کے خلاف نہیں کریں گے تو یہ لوگ ان باتوں کے لئے اپنی جانوں کی قربانیاں کر رہے ہیں۔ پھر کس قدر شرم کی بات ہے کہ ایک مسلمان خدا کے لئے کوئی قربانی نہ کرے۔ یہ عزت، آبرو وطن اور مال کے لئے پانی کی طرح خون بہاتے اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہم اپنے وقار کے لئے لڑ رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی غرض محض دُنیا ہی دنیا تک محدود ہے اور دین کی قطعاً کوئی بات ان کے مدِنظر نہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ ایک مسلمان سے اس لئے قربانی چاہتا ہے کہ وہ اس کا خالق اور رازق ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت کم ایسے مسلمان ہیں جو خدا کے لئے قربانی کرتے ہیں۔

خدا کے لئے قربانی نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو یقین نہیں ہوتا کہ ہمارا کوئی رب ہے جو خالق اور رازق ہے۔ اور وہ دنیا کی حکومتوں کو خالق اور رازق سمجھتے ہیں اس لئے ان کے لئے تو جان دیتے ہیں لیکن خدا کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ قربانی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے بندے کچھ کر کے دکھائیں تب میں انہیں اپنا مقرب بناؤں۔ جو شخص اللہ کے لئے اپنے نفس کو قربان نہیں کرتا۔ وہ اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں خدا کی محبت ہے تو وہ جھوٹا ہے اس کو نہ خدا سے کوئی محبت ہے اور نہ کوئی تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے مومنو! تم سارے کے سارے پورے طور پر مسلمان ہو جاؤ اور اسلام کی تابعداری کا جوا اپنی گردنوں پر رکھ لو۔ یا اے مسلمانو! تم ساری فرمانبرداری کی راہیں پوری کرو۔ اور کوئی بھی فرمانبرداری کی راہ نہ چھوڑو۔ یہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ ہر ایک مومن سے چاہتا ہے کہ انسان اپنی تمام آرزوؤں۔ تمام خواہشوں، تمام اُمنگوں اور تمام امیدوں کو خدا کے لئے قربان کر دے اور اس طرح نہ کرے کہ جو اپنی مرضی ہو وہ کرے اور جو نہ ہو وہ نہ کرے یعنی اس طرح کہ اگر شریعت اس کو کچھ حق دلاتی ہو تو کہے کہ میں شریعت پر چلتا ہوں اور اسی کے ماتحت فیصلہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر شریعت اس سے کچھ دلوائے تو کہے کہ قانون کی رُو سے فیصلہ ہونا چاہیئے۔ قانون کچھ نہیں دلواتا۔ اس لئے میں بھی کچھ نہیں دیتا۔ ابھی ایک معاملہ ہوا ہے۔ ایک شخص سے جب ایک چیز مانگی گئی۔ تو اس نے کہا میں بے خبر نہیں بیٹھا رہا۔ میں نے خوب اچھی طرح دریافت کر لیا ہے کہ قانوناً میں اس چیز کا مالک ہوں۔ چونکہ شریعت کی رو سے اسے اس چیز کے رکھنے کا کوئی حق نہیں اس لئے وہ قانون کی آڑ لے کر بچنا چاہتا ہے اور یہ نفس پرستی ہے کیونکہ وہ نفس کی خاطر دین اور ایمان کو بیچتا ہے اور قانون کی پناہ لینی چاہتا ہے۔ قانون کی ھستی ہی کیا ہے؟ یہ تو صرف انسانی عمر تک ہی ہوتا ہے۔ لیکن خدا کا قانون یعنی شریعت ابدالآباد تک کے لئے ہے جو کوئی ظلم سے دوسرے کا حق لیتا ہے اور خواہ اس کے لئے کوئی وجہ تراشتا ہے وہ کبھی خدا تعالیٰ کی عقوبت سے نہیں بچ سکتا۔ اور ایسا شخص ھرگز ایماندار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے لئے قربانی نہیں کرتا۔ ہر ایک مسلمان کے دل میں کسی معاملہ کے تصفیہ کے وقت جو سب سے پہلے خیال پیدا ہونا چاہیئے وہ یہ ہونا چاہیئے کہ شریعت کیا کہتی ہے اور مجھے کسی چیز کا حقدار قرار دیتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں دیتی تو قانون اگر دلوائے تو بھی نہیں لینی چاہیئے۔ کیونکہ خدا کے نزدیک یہ لینا جائز نہیں۔ مومن کو تو ایسا ہونا چاہیئے کہ اگر قانون نہ بھی دلوائے اور شریعت دلوائے تو فوراً دے دینا چاہیئے۔ جس میں یہ مادہ نہیں وہ مسلمان ہی نہیں۔ مومنوں کو فرمانبرداری کا ہر ایک پہلو اور ہر ایک رنگ زیر نظر رکھنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تم شیطان کے پیچھے نہ چلنا، کیونکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ یہ کیا ہی لطیف بات بیان فرمائی ہے۔ قربانی کرنے والا اس لئے قربانی کرتا ہے کہ بڑی چیز حاصل ہو۔ ایک طالب علم وقت کی قربانی اس لئے کرتا ہے۔ کہ بی۔ اے اور ایم۔ اے ہو کر گورنمنٹ سے کوئی اچھا عہدہ لے۔ تمام دنیا کے مذاہب قربانی کرنا تو سکھاتے ہیں لیکن ان کی قربانیاں کرنے والے کسی نیک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ اسلام حکم دیتا ہے کہ تمہیں شیطان جس قربانی کا حکم دیتا ہے اُسکو مت قبول کرو۔ وہ تمہارا دشمن ہے اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تم سے جو قربانی چاہتے ہیں اور جس کا تمہیں حکم دیتے ہیں اس کا نتیجہ ضرور نیک نکلتا ہے۔ یہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں فرق ہے کہ اور مذہب انسان سے قربانی کروا کر یعنی کچھ ترک کروا کر دیتے کچھ نہیں۔ لیکن اسلام ایسی قربانی کرواتا ہے کہ انسان کا اس میں نفع ہی نفع ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جو تمہیں حکم دیتے ہیں ان کو پورے طور پر بجا لاؤ۔ کیونکہ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ تو یہ کس قدر بیحیائی کی بات ہے کہ انسان اپنے افعال، اموال، خیالات اور ارادوں کو ترک کر کے خدا تعالیٰ کا حکم قبول نہ کرے۔

خدا تعالیٰ تم سب کو سچی قربانی کرنے کی توفیق دے۔ (الفضل ۳ر نومبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۸)

۱۔ البقرہ ۲ : ۲۰۹

۲۔ یوم النحر۔ یوم الاضحیٰ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الاکل یوم النحر)

۳۔ الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۳

۴۔ الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۸۔ ابراہیم ۱۴ : ۳۸

۵۔ انوار انبیاء صفحہ ۵۵ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۹ء۔ الحج ۲۲ : ۲۷ تا ۲۹۔ الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۸۔ ابن ماجہ کتاب الاضاحی باب ثواب الاضحیۃ۔

۶۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب یزفّون النسلان فی المشی

۷۔ پہلی جنگِ عظیم کی طرف اشارہ ہے جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک لڑی گئی جس میں ایک کروڑ فوجی اور اتنے ہی شہری ہلاک۔ دو کروڑ زخمی اور اتنے ہی لوگ قحط اور مختلف وباؤں کی وجہ سے لقمۂ اجل بن گئے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ WAR ایڈیشن ۱۹۷۲ء)

۸۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ (خطبہ الہامیہ) صفحہ ۳۳